السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا مردے سلام اور دعائے مسنون سن سکتے ہیں نیز اس دعا کا کیا مطلب ہے اہل القبور یغفر اللہ لنا ولکم. یہاں پر ''یا'' سے کیا مراد ہے؟ نیز جب قبر میں تیسرا سوال کیا جاتا ہے کہ اس شخص یعنی محمدﷺ کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے تو کیا قبر میں حضورﷺ کو بھی حاضر کیا جاتا ہے؟ اس حدیث کی پوری تشریح کر دیں۔

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاته!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علىٰ رسول اللہ، أما بعد!

واضح ہو کہ قرآن وحدیث کے نصوص صریحہ صحیحہ سے جو ثابت ہے وہ یہ ہے کہ مردے نہیں سنتے اور سماع اموات کا مروجہ عقیدہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے دلائل یہ ہیں:

أَو كَالَّذى مَرَّ عَلىٰ قَريَةٍ وَهِىَ خاوِيَةٌ عَلىٰ عُروشِها قالَ أَنّىٰ يُحيۦ هـٰذِهِ اللَّهُ بَعدَ مَوتِها فَأَماتَهُ اللَّهُ مِا۟ئَةَ عامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ قالَ كَم لَبِثتَ قالَ لَبِثتُ يَومًا أَو بَعضَ يَومٍ قالَ بَل لَبِثتَ مِا۟ئَةَ عامٍ فَانظُر إِلىٰ طَعامِكَ وَشَرابِكَ لَم يَتَسَنَّه وَانظُر إِلىٰ حِمارِكَ وَلِنَجعَلَكَ ءايَةً لِلنّاسِ وَانظُر إِلَى العِظامِ كَيفَ نُنشِزُها ثُمَّ نَكسوها لَحمًا فَلَمّا تَبَيَّنَ لَهُ قالَ أَعلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلىٰ كُلِّ شَىءٍ قَديرٌ ٢٥٩ ... سورة البقرة

''یا اس شخص کے مانند کہ جس کا گزر اس بستی پر ہوا جو چھت کے بل اوندھی پڑی ہوئی تھی، وہ کہنے لگا اس کی موت کے بعد اللہ تعالیٰ اسے کس طرح زندہ کرے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے اسے مار دیا سو سال کے لئے، پھر اسے اٹھایا، پوچھا کتنی مدت تجھ پر گزری؟ کہنے لگا ایک دن یا دن کا کچھ حصہ، فرمایا بلکہ تو سو سال تک رہا، پھر اب تو اپنے کھانے پینے کو دیکھ کہ بالکل خراب نہیں ہوا اور اپنے گدھے کو بھی دیکھ، ہم تجھے لوگوں کے لئے ایک نشانی بناتے ہیں تو دیکھ کہ ہم ہڈیوں کو کس طرح اٹھاتے ہیں، پھر ان پر گوشت چڑھاتے ہیں، جب یہ سب ظاہر ہو چکا تو کہنے لگا میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔''

کی واردات کا بیان ہے۔ وہ سو برس مرے رہے۔ سو برس کے اندر دھوپ، سردی پڑی، بادل گرجے، بجلیاں کوندیں، آدمی چلتے پھرتے رہے مگر ان کو کسی بات کی خبر نہ ہوئی تفسیروں کے مطابق آیت شریفہ میں عزیر کو نہ کچھ سنائی دیا اور نہ دکھائی دیا۔ اگر مردہ میں زندوں کا کلام اور فریاد سننے کی طاقت ہوتی تو بادل کا گرجنا ضرور سنتے، انقلابات زمانہ سے باخبر ہوتے، مردوں کے نہ سننے کے متعلق یہ سب بڑی دلیل ہے کہ عزیر

وَما أَنتَ بِمُسمِعٍ مَن فِى القُبورِ ٢٢ ... سورة الفاطر

''یعنی ''اور آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں

إِنَّكَ لا تُسمِعُ المَوتىٰ ٨٠ ... سورة النمل

''یعنی ''بیشک آپ نہ مُردوں کو سنا سکتے ہیں۔

وَمَن أَضَلُّ مِمَّن يَدعوا مِن دونِ اللَّهِ مَن لا يَستَجيبُ لَهُ إِلىٰ يَومِ القِيـٰمَةِ وَهُم عَن دُعائِهِم غـٰفِلونَ ٥ ... سورة الأحقاف

''اور اس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہوگا؟ جو اللہ کے سوا ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی دعا قبول نہ کر سکیں بلکہ ان کے پکارنے سے محض بے خبر ہوں۔''

إِن تَدعوهُم لا يَسمَعوا دُعاءَكُم وَلَو سَمِعوا مَا استَجابوا لَكُم وَيَومَ القِيـٰمَةِ يَكفُرونَ بِشِركِكُم وَلا يُنَبِّئُكَ مِثلُ خَبيرٍ ١٤ ... سورة الفاطر

یعنی ''اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار سنتے ہی نہیں اور اگر (بالفرض) سن بھی لیں تو فریادرسی نہیں کریں گے، بلکہ قیامت کے دن تمہارے اس شرک کا صاف انکار کر جائیں گے۔ آپ کو کوئی حق تعالیٰ جیسا خبردار خبریں نہ دے گا۔''

یہ پانچ نصوص قرآنیہ دلیل ہیں اس بات کی کہ مردوں میں سننے اور جواب دینے کی سرے سے اہلیت نہیں۔

احادیث: بہت سی احادیث کی رو سے بھی سماع موتی کی نفی ہوتی ہے۔

شبہات کا جواب:

السلام علیکم یا اہل القبور میں حرف ''یا'' ندا اور خطابات کے معروف معنی میں نہیں کہا جاتا بلکہ اس بنا پر کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا ہے کہ قبرستان جا کر ایسا کہو اس سے خطاب سے استدلال کرنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ مردے سنتے

ہیں صحیح نہیں، حدیث صحیح میں ہے نم کنومۃ العروس) مشکوۃ ص : فصل ثانی ص 25) یعنی ''فرشتے مسلمان میت کو کہتے ہیں کہ توچونکہ مسلمان ہے اور ٹھیک جواب دے چکا ہے، لہٰذا نئی نویلی دلہن کی طرح سوجا، اور ظاہر ہے سوئے ہوئے کو کچھ سنائی نہیں دیتا۔ کیونکہ نیند اور سماع دو متضاد چیزیں ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ بذات خود مردے میں سننے کی سرے سے اہلیت نہیں ہوتی ہاں جب اللہ تعالیٰ چاہے توکسی خاص وقت یا خاص موقع پر کوئی خاص بات ان کو سنانا چاہتا ہے تو وہ سنوا دیتا ہے۔ تفسیر فتح البیان تالیف نواب صدیق حسن خان میں ہے :

وظاہر نفی إسماع الموتی العموم، فلایُخَصُّ منه إلا ماورد بدلیل، کما ثبت فی الصحیح أنه صلی اللہ علیه وسلم خاطب القتلی فی قلیب بدر، فقیل له یا رسول اللہ انما تکلم اجسادا لا ارواح لها وکذا ماورد من ان المیت یسمع خفق نعال المشیعین له إذا انصرفوا (فتح البیان ص 85 ج 7)

اسی طرح فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہے :

(وقال ابن التین . لامعارضة بین حدیث ابن عمر والآیة، لأن الموتی لایسمعون بلاشک، لکن إذا أراد اللہ إسماع مالیس من شأنه السماع لم یمتنع، کقوله تعالی : إنا عرضنا الأمانة الآیة، وقوله : فقال لها وللأرض ائتیا طوعا أو کرها (فتح البیان

یعنی ابن تین کہتے ہیں کہ حدیث ابن عمر اور آیت انک لا تسمع الموتیٰ میں کوئی تعارض اور اختلاف نہیں ہے۔ مردے بلاشبہ نہیں سنتے مگر جب اللہ تعالیٰ سنانا چاہے تو جمادات اور غیر ذی عقل کو بھی سنا سکتا ہے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان پر بار امانت پش کیا تھا حالانکہ زمین و آسمان میں اس کی سرے سے اہلیت نہ تھی اور پھر ان کو تکوینی طور پر بلایا تو وہ بلاچوں وچرا باگاہ صمدی میں حاضر ہوگئے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ چاہے تو مردوں کو بھی سنا سکتا ہے، مگر مردوں میں اپنے طور پر کچھ بھی سننے کی اہلیت اور سکت نہیں ہوتی۔

ب) واضح ہو کہ ما تقول فی ہذا الرجل میں کلمہ اسم اشارہ ہے جو موجود اور حاضر چیز کے متعلق خواہ مشار الیہ خارج سے جانے پہچانی ہے اور کوئی دوسرا پیغمبر اس ناموری میں آپ کا شریک و سہیم نہیں لہٰذا آپ کو نہ لایا جاتا ہے نہ پردے اٹھائے جاتے ہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق سوال کیا جاتا ہے کہ جس پیغمبر آخر الزمان کا دور ہے اور جس کی امت کروڑوں کی تعداد میں دنیا میں موجود ہے کیا تم اس کو نبی مانتے ہو؟

چنانچہ صحیح بخاری میں ہے

(عن انس ما تقول فی ہذا الرجل لمحمد؟ (صحیح البخاری، باب ماجاء فی عذاب القبر ج 1 ص 178

: تو اس شخص کے متعلق یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم '' کے متعلق کیا کہتا ہے؟ (اس کو مانتا ہے) صحیح بخاری کے حاشیہ میں ہے ''

قیل یکشف للمیت حتی یری النبی وہی بشری عظیمة للمؤمن ان صح ذالک ولا نعلم حدیثا صحیحا مرویا فی ذالک والقائل به انما استند لمجرد ان الاشارة لاتکون الا للحاضر لکن یحتمل ان تکون الاشارة لما فی الذہن فیکون مجازا قاله . (العسقلانی ص 184، ج 1)

یعنی ''بعض کا خیال ہے کہ بطور انکشاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سامنے ہوتے ہیں لیکن اس کا ثبوت مل سکے تو مسلمان کے لیے یہ بہت بڑی خوش خبری ہے، مگر یہ کسی صحیح حدیث سے مروی نہیں۔

یہ روایت جس نے ذکر کی ہے اس کو اسم اشارہ سے مغالطہ ہوا ہے کہ ''ھذا'' موجود فی الخارج کے لیے ہی استعمال ہوتا ہے حالانکہ لفظ ''ھذا'' موجود فی الذہن کے لیے بھی بولا جاتا ہے اور یعنی مجاز کے طور پر بھی۔ چنانچہ صحیح بخاری کی حدیث ابوسفیان میں ہے کہ روم کے بادشاہ ہرقل نے اپنے دربار میں عربوں کو حاضر کرنے کا حکم دیا اور جب ابوسفیان اور ان کے ساتھی مسلمان نہ تھے ہرقل کے دربار میں پش کیے گئے۔ ہرقل نے کہا : میرے پاس اس آدمی کی چھٹی آئی ہے اور پھر کہا :

(ایکم اقرب نسبا بہذا الرجل الذی یزعم انہ نبی؟ (صحیح البخاری ص 4 ج 1

''یعنی ''تم میں سے کون شخص نسب کے لحاظ سے اس شخص کے زیادہ قریب ہے جو کہتا ہے کہ وہ اللہ کا نبی ہے؟

غور فرمائیے کہ ہرقل حمص (شام کے علاقہ میں) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں درمیان میں سینکڑوں میلوں کا فاصلہ ہے۔ اور دوری اور بعد کے باوجود ہرقل حمص میں غیر موجود محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لفظ ''ھذا'' بول رہا ہے۔ اس کے اور بھی بہت نظائر مل جائیں گے۔ (صحیح بخاری ص 18و39و126و144و373و412و544و615و633)

کا موقف تو وہ صرف کسی صحیح حدیث پر مبنی نہیں لہذا صحیح بات یہی ہے کہ موجود فی الذہن پر کلمہ ھذا مجازاً بول دیا جاتا ہے۔ ہر قبر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حاضر ہونا بالکل بے دلیل اور کچی بات ہے۔ رہا حافظ عبد اللہ روپڑی بلکہ جمہور اہل الحدیث اور سلف و خلف کے سراسر متصادم ہے لہٰذا درخو اعتنا ہرگز نہیں۔

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

فتاویٰ محمدیہ

ج1ص148